معارف القرآن

از افادات شیخ الاسلام ابن القیم رحمہ اللہ۔
تلخیص و ترجمہ : عبدالحمید ازھر

الفاتحہ

سورۃ الشفاء

سورۃ فاتحہ دونوں طرح کی شفاء پر مشتمل ہے اس میں دلوں کی شفا بھی ہے اور ابدان کے امراض کی دوا بھی۔ اس عظیم سورت میں دلوں کی شفا کا سامان بھی بدرجہ اتم و بوجہ اکمل موجود ہے معلوم ہے کہ دل کی بیماریاں بنیادی طور پر دو ہیں۔ (۱) فساد علم (۲) فساد قصد
ان امراض کے نتیجہ میں دو مہلک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ (۱) گمراہی (۲) اللہ کے غضب کا مستوجب ہونا۔ ضلال (گمراہی) فساد علم کا نتیجہ ہے اور اللہ کے غضب کا مستحق ہونا نتیجہ ہے فساد قصد کا۔ جملہ امراض قلب انہی دو بیماریوں سے پھوٹتی ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں انسان اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کا طالب ہوتا ہے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی میں ہی ضلال کی مرض کی دوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دعا مانگنا سب سے زیادہ تاکید کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہر نماز اور ہر رکعت میں یہ دعا مانگنا فرض ہے کیونکہ انسان کو اس کی ضرورت بہت ہی زیادہ ہے۔ سورۃ فاتحہ کے سوا کوئی دعا اس کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین کی حقیقت کا علم اس کی معرفت و کردار اور واردات قلب کے اعتبار سے اس کی تحقیق میں دل کے فساد نیز فساد قصد کا علاج پنہاں ہے اس لئے کہ اس کا تعلق مقاصد اور ذرائع کے ساتھ ہے مثلاً جو شخص ایک ایسی چیز کو مقصود قرار دے دے جو فانی اور منقطع ہونے والی ہے ان لوگوں کا مقصد بھی غلط ہوتا ہے۔ اس کے حصول کا طریقہ بھی فاسد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور اس کی مخلصانہ عبادت کا راستہ چھوڑنے والوں کا انجام یہی ہے چنانچہ اہلِ شرک وہ لوگ جو محض انہی خواہشاتِ نفس کے اس طرح بندے بن گئے ہیں یہی ان کی منزل مقصود بن کر رہ گئی ہے نیز وہ لوگ ہوس اقتدار نے جنہیں اندھا کر رکھا ہے اور انہیں اس سے سروکار نہیں کہ انہیں حکومت جائز اور حق طریقہ سے ملتی ہے یا ناجائز اور باطل طریقہ سے ہاتھ آتی ہے چنانچہ اگر حق ان کے راستے کی رکاوٹ بنے تو اسے پس پشت پھینکنے بلکہ قوت ہو تو ازراہ نخوت قدموں تلے روندنے سے بھی انہیں باک نہیں ہوتا۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو اس کا مقابلہ اس طرح کرتے ہیں جیسا کہ حملہ آور کو رد کا جاتا ہے۔ اگر ایسا بھی بوجوہ نہ کر پائیں تو راستہ بدل لیتے ہیں۔ وہ اس کی تعلیمات کا راستہ روکنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اگر چاروں طرف سے لاچار ہو جائیں تو ایسے معاملات اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ زندگی کے اہم معاملات سے الگ تھلگ بھی رہے۔ حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ نہ آنے پائے اور اگر کہیں دین حق انہیں اپنے مفادات میں ممد و معاون محسوس ہو تو لپکے چلے آتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ حق ہے بلکہ صرف اس لئے کہ ان کی خواہشات کی تکمیل کا راستہ یہی رہ جاتا ہے۔

وَإِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِن يَكُن لَّهُمُ ٱلْحَقُّ يَأْتُوٓا۟ إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝ أَفِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ٱرْتَابُوٓا۟ أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُۥ ۚ بَلْ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ۝

(النور : ۴۷ ـــ ۵۰)

ترجمہ، جب ان کو بلایا جاتا ہے اللہ اور رسول کی طرف تاکہ رسول ان کے آپس کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق کترا جاتا ہے البتہ اگر حق ان کی موافقت میں ہو تو رسول کے پاس بڑے اطاعت کیش بن کر آجاتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں کو (منافقت کا) روگ لگا ہوا ہے ؟ یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ ظالم تو یہ لوگ خود ہیں۔

الغرض ان کا قصد و ارادہ اپنی غرض و غائت اور اس کے حصول کے اسباب و ذرائع دونوں اعتبار سے فاسد ہے جب ان کے مطلوب فنا ہو کر رہ جائیں گے تو یہ لوگ عظیم خسارے اور حسرت کا شکار ہوں گے۔ انہیں سب سے زیادہ افسوس اور ندامت اٹھانا پڑے گا۔ جب حق ثابت ہوگا اور باطل معدوم ہو جائے گا ان کے تعلقات جنہیں وہ خوب استوار سمجھے ہوئے تھے گرد و غبار بن جائیں گے تب ان پر کھلے گا کہ وہ سعادت و کامرانی کے قافلے سے ٹوٹے ہوئے تھے اور شقاوت اور نادانی کے

قافلہ میں شریک تھے۔
یہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتا رہتا ہے لیکن اس سے زیادہ ظاہر صورت میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب انسان دنیا سے جارہا ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کے دربار میں پیش کئے جانے کے لئے دنیا سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں مزید ثبوت ہوتا ہے اور قیامت کے دن پوری طرح اور سب کے سامنے کُھل جائے گا جب حق حق ہوگا اور باطل باطل۔ اہل حق کو نیل مرام ہوگا اور اہل باطل کو حسرت دوام کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تب ان پر کھلے گا کہ وہ جھوٹ پر تھے وہ فریب خوردہ تھے اس وقت انہیں علم ہوگا اور یقین بھی، لیکن اس وقت علم کا کچھ فائدہ نہیں اور نہ وہ یقین نجات کا ذریعہ بن سکے گا۔

اسی طرح وہ شخص جس کا مقصد عظیم اور بلند ہو لیکن اس کے حصول کے لئے درست طریقہ اختیار نہ کرے اور اس راستہ پر نہ چلے جو اسے منزل مقصود تک پہنچاتا ہو بلکہ ایسا وسیلہ اختیار کرلے جسے اس نے محض اپنے گمان فاسد سے درست راستہ فرض کرلیا ہے حالانکہ وہ تو اسے منزل سے دور لے جانے والا ہے تو اس کا انجام بھی وہی ہوگا۔

ان دونوں بیماریوں کا علاج ایاك نعبد وایاك نستعین میں ہے۔
یہ دوا چھ اجزاء سے مرکب ہے۔

۱۔ صرف اللہ عزوجل کی عبادت۔ کسی اور کی نہیں۔
۲۔ عبادات اس کے احکام اور اس کی شریعت کے مطابق ہوں۔
۳۔ اپنی مرضی اور اپنے میلان کی اتباع نہیں۔
۴۔ عام انسانوں (فقیہہ ہوں یا لیڈر) کی آراء کی تقلید نہیں، نہ رسم و رواج کی پیروی اور نہ عام لوگوں کے خیالات کی اتباع۔
۵۔ عبادت کے لئے اللہ ہی سے مدد مانگی جائے۔
۶۔ اپنی قوت و طاقت اپنی صلاحیت پر اعتماد نہ کرے اور نہ کسی اور پر، صرف اللہ پر توکل ہو۔

یہ اس دوا کے اجزاء ہیں جو اس لطیف و خبیر طبیب نے مقرر کی ہے جو مرض کو خوب جانتا ہے اور اس کے علاج کو بھی۔

اور اگر مریض یہ کامل نسخہ استعمال کر سکے تو شفائے کامل اسے حاصل ہوتی ہے اگر اسے شفائے کامل میسر نہیں تو وہ سمجھ لے کہ اس نے کامل نسخہ استعمال نہیں کیا۔ اس کا کوئی جزو اس سے رہ گیا ہے۔
دل کی دو اور بھی بیماریاں ہیں۔ اگر ان کی طرف فوری توجہ کر کے ان کا قلع قمع نہ کیا جائے تو انسان کو

تباہی کے گڑھے میں گرا کر چھوڑتی ہیں۔ ایک ریاکاری دوسرے تکبّر۔
ریاکاری کی دوا ایاك نعبد میں ہے۔ (کہ یہ کلمہ اخلاص ہے)
تکبّر کا علاج ایاك نستعین میں ہے کیونکہ اس میں اسے شعور دیا گیا ہے کہ وہ اس کی مدد کے بغیر اس کی عبادت بھی نہیں کر سکتا۔
میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ سے بارہا سنا کہ ایاك نعبد میں ریا کا دفعیہ ہے اور ایاك نستعین میں تکبر کا۔
جب انسان ریاکاری کی بیماری سے ایاك نعبد کے ذریعہ نجات پا چکا ہو، تکبّر اور خود پسندی کے مرض سے ایاك نستعین کے نسخہ کے استعمال کی بدولت شفایاب ہو چکا ہو، جہالت اور ضلال کے زہر کو اھدنا الصراط المستقیم کے تریاق نے بے اثر کر دیا ہو تو انسان تمام روحانی امراض سے شفایاب ہو کر عافیت نامہ کا جامہ زیب تن کر کے نعمت کاملہ سے خط اٹھاتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن پر اللہ نے انعام کیا اور جو مغضوب علیہم نہیں ہیں۔ (یعنی جنہوں نے غلط مقصد منتخب کیا جو حق کو جان کر اس سے پھر گئے) اور وہ اللہ کی نعمت کے سبب ضآلین میں سے بھی نہیں (جو فساد علم میں گرفتار ہوئے اور جہالت کے سبب معرفت حق سے محروم رہے۔)
لہٰذا دلوں کی بیماریوں کے لئے عقل کی دولت سے بہرہ ور اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا فہم رکھنے والے دلوں کے لئے سورۃ فاتحہ کے معانی سے بڑھ کر کوئی دوا نہیں ہے۔ جب یہ سورۃ روحانی اور قلبی بیماریوں کا شافی علاج بدرجہ اتم رکھتی ہے تو بدنی بیماریوں کی شفا تو اس میں بدرجہ اولیٰ موجود ہو گی۔
چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت ایک قبیلے کے علاقے سے گزری۔ اس قبیلے نے مہمانی پیش نہ کی (حالانکہ ان کی ذمہ داری تھی) اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا تو وہ لوگ صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہنے لگے ـــــ کیا تمہارے ساتھ سانپ کے ڈسے کو جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا ـــــ ہاں ـــــ لیکن تم نے ہماری مہمانی نہیں کی ہے اس لئے ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک کہ تم اس کے مقابل کچھ مقرر نہ کرو۔ قبیلہ والوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا وعدہ کیا تو ہم میں سے ایک شخص نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شروع کیا۔ سانپ کا ڈسا ہوا شخص اس طرح صحتیاب ہوا

جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث کے مضمون سے واضح ہے کہ سانپ کا ڈسا ہوا شخص سورۃ فاتحہ پڑھنے سے جانبر بلکہ مکمل طور پر صحت یاب ہوا اور اسے کسی مادی دوا کی ضرورت نہ رہی بلکہ شفا بخشی میں عام دواؤں سے بڑھ کر ہے۔

صحابہ کرام کے دم کرنے سے اس شخص کو فائدہ ہوا حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا کیونکہ یا تو وہ قبیلہ غیر مسلم تھا یا انتہائی طور پر بخیل اور کمینگی سے متصف تھا تو جہاں شفا کا طالب اس کا اہل بھی ہو اس کی اثر آفرینی کا عالم کیا ہوگا۔

علم طب کے اصول و قوانین بھی اس کے شاہد ہیں اس لئے کہ وہ جانور ڈستے ہیں جن کے زہریلے ڈنک ہوتے ہیں اور یہ خبیث النفس جانوروں میں ہوتے ہیں جن میں غضب ناکی کے سبب ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ ان میں آتشیں زہر پیدا ہوتا ہے، اس لئے وہ ڈستی ہیں۔ ان کے ڈنک کی ہلاکت آفرینی ان جانوروں کے خبث نفس کی قوت اور کیفیت کے اعتبار سے متفاوت ہوتی ہیں یہ جانور جب غضب کی کیفیت میں ہوتے ہیں تو ان کا طبعی زہر بھڑکتا ہے اور وہ ڈنک مارنے کے ذریعے اپنا زہر دوسری جگہ پہنچا کر راحت محسوس کرتے ہیں بالکل اسی طرح کہ جیسے بہت سے شریر النفس انسان دوسروں کو تکلیف پہنچا کر لذت محسوس کرتے ہیں۔ کئی لوگ تو اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ جس دن وہ بنی نوع انسان میں سے کسی کو دکھ نہ دے لیں انہیں قرار نہیں ملتا اور وہ اس زہر اور شر کی وجہ سے جو اس کے دل میں چھپا ہے خود تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی اور پر انڈیل نہ دے۔ جب وہ کسی کو رنج اور دکھ پہنچانے میں کامیاب ہو جائے تب جا کر اس کی آگ بجھتی ہے اور وہ سکون محسوس کرنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خبیث النفس انسانوں کے شر کو محدود کرنے کے لئے اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ زمین پر حکومت کا نظام قائم کیا اگر یہ نہ ہو تو زمین تباہ اور برباد ہو جائے۔

ولولا رفع اللہ الناس بعضہم ببعض لعزت الارض ولکن اللہ
ذو فضل علی العٰلمین

مقصود یہ ہے کہ یہ غضب ناک نفوس جب ایسی جگہ پا لیں جہاں پر ان کا اثر ہو سکے اثر ڈالتی ہے

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو صرف سامنے آنے سے ہی (بغیر اتصال کے) اثرانداز ہوجاتیں ہیں۔ چنانچہ کچھ سانپ ایسے ہیں جو نظر اچک لیتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو حمل گرا دیتے ہیں۔ اسی نوعیت کا ضرر چشم بد کا ہوتا ہے۔ ایسی نظر رکھنے والا شخص جب کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے تو اس کے اندر زہریلی نوعیت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اس چیز پر اثرانداز ہوتی ہے۔ چشم بد کی تاثیر بھی متفاوت ہوتی ہے۔ اس کی شدت میں کمی بیشی کا تعلق اس کے حامل کی قوت وضعف نیز مُعین (جسے نظر لگ رہی ہے) کے دفاع کی استعداد رکھنے یا نہ رکھنے پر ہے۔ بہت سے لوگوں کی نظر محض اس کے سامنے کسی چیز کے اوصاف بیان کرنے سے بھی لگ جاتی ہے۔ اس طرح کچھ فاصلے سے بھی اس کا اثر ہوجاتا ہے اور ان حقائق کا انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔

تو جب ان خبیث اور زہریلے نفوس کے مقابل پاک اور مزکّٰی نفوس آئیں جن میں حق کی غیرت و حمیت ہو اور وہ سورۃ فاتحہ میں بیان کردہ حقائق و اسرار سے پرکیف ہوں اور اس عظیم سورت میں بیان شدہ توحید، توکل ثنا باری تعالیٰ اسمائے حُسنیٰ اور اس اسم اعظم کا ذکر کہ جو کسی شر پر پڑھ دیا جائے تو اس کا ازالہ کر ڈالتا ہے اور اسے بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالتا ہے اور جب کسی اچھی چیز پر لیا جائے تو اس میں غور و برکت کا باعث بنتا ہے تو اسی کیفیت کے سبب شیطانی نفوس خبیثہ کا اثر باطل ہوکر رہ جاتا ہے اور اس طرح نفوس خبیثہ کے زیر اثر مریض صحتیاب ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ شفاء اور صحت کے حصول کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ضد کو ضد سے کاٹ دیا جاتا ہے اور کسی شئ کی حفاظت اس کی مثل سے کی جاتی ہے چنانچہ صحت کی حفاظت اس کی مثل سے کی جاتی ہے اور بیماری کا دفعیہ اس کی ضد کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

اور اس علاج کی کامیابی کا دار و مدار دو باتوں پر ہے ایک تو معالج کی قوت نفس دوسرے مریض کا قبول۔ چنانچہ اگر دم کرانے والے میں انفعال نہ ہو اور دم کرنے والے میں قوت تاثیر نہ ہو تو صحتیابی مشکل ہے۔

شفایابی اور دوا کی کامیابی کے لئے تین شرطیں ہیں۔

۱۔ دوا مرض کے مطابق ہو ۲۔ طبیب اسے استعمال کرائے

۳۔ مریض کی طبیعت اس کے موافق ہو۔

اگر ان تین شروط میں سے ایک بھی پوری نہ ہو تو شفایابی ممکن نہیں رہتی جب کہ ان تینوں کے اجتماع کی صورت میں اللہ کے حکم سے شفا ہوتی ہے۔

جو شخص یہ نکتہ سمجھ لے تو اس پر دم جھاڑ کے اسرار کھل جائیں گے اور وہ ان میں سے مفید اور غیر مفید میں امتیاز کر سکے گا اور اسے معلوم ہوگا دم کی تاثیر کے لئے ضروری ہے کہ بیماری کے مطابق ہو، دم کرنے والے کی قوت تاثیر اور کرانے والے کے اسکے اثر کو قبول کرنے کی صلاحیت پر ہے۔ جیسے کہ تلوار کاٹتی ہے لیکن جب کہ تلوار چلانے والے کے بازو میں طاقت ہو نیز جس چیز پر وہ اسے آزما رہا ہے اس میں کٹنے کی صلاحیت بھی ہو۔

سورۃ فاتحہ کے شفاء ہونے کے عمل تجارب تو اس قدر ہیں کہ احاطہ ممکن نہیں ہے۔ خود میں نے اپنے متعلق اور دوسروں کے متعلق عجیب عجیب تجربات کئے ہیں خصوصاً ان دنوں میں جب کہ میں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا۔ بسا اوقات مجھے انتہائی تکلیف دہ درد میں شروع ہوگیا یہاں تک کہ میں ہلنے جلنے کے قابل نہ رہتا۔ طواف کے دوران بھی ایسا ہوتا تو میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر درد کے مقامات پر ہاتھ پھیرتا تو ایسے معلوم ہوتا کہ وہاں کنکر تھا جو جھاڑ دیا اور وہ گر گیا یہ تجربہ میں نے بارہا کیا۔

آب زمزم کا پیالہ لے کر چند مرتبہ اس پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر پی لیتا تو اس قدر فائدہ اور ایسی قوت محسوس کرتا کہ کسی دوا میں میں نے نہیں دیکھی۔ اس میں اس سے بھی زیادہ فوائد و اثرات ہیں لیکن بات قوت ایمان اور صحت کی ہے۔

●

بقیہ :- ولادت باسعادت

بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو۔ مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر آہ! تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو مگر آہ! تمہاری غفلت کہ تمہاری عظمتِ اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشامِ روح یکسر محروم ہے (ولادت نبوی صفحہ ۳۴)

●